SUNDAY نئی بات

sundaymag@naibaat.com

28 اپریل تا 4 مئی 2024ء

وہ آئی، اُس نے دیکھا اور فتح کرلیا

عالمی یوم مزدور
ایک جدوجہد تحریک اور نظریے کا نام

ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کا کامیاب دورہ پاکستان
دنیا کی کوئی طاقت پاک ایران تعلقات خراب نہیں کرسکتی

یورپ میں رہائش، غریب ممالک کے نوجوانوں کا خواب
لتھوینیا، رومانیہ اور جمہوریہ چیک

ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کا کامیاب دورہ پاکستان

دنیا کی کوئی طاقت پاک ایران تعلقات خراب نہیں کرسکتی

دہشتگردی اور انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے علاوہ تجارت کا حجم 10 ارب ڈالر تک لے جانے پر اتفاق

شہریار اشرف

پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے مسلم ممالک کے ساتھ ہمیشہ برادرانہ اور دوستانہ تعلقات استوار کئے جس کی واضح علامت یہ ہے اسلامی ممالک سربراہان بغیر کسی خوف خطر پاکستان کا دورہ کرتے ہیں اس کی بڑی مثال حال ہی میں ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کا کامیاب دورہ پاکستان کرنا ہے۔ایرانی صدر ابراہیم رئیسی تین روزہ دورے پر 22 اپریل کو اسلام آباد پہنچے تھے، ابراہیم رئیسی نے ایسے ماحول میں پاکستان کا دورہ کیا جب مشرق وسطیٰ میں کشیدگی عروج پر ہے ایران اور اسرائیل باہم برسر پیکار ہیں اور ایک دوسرے کی تنصیبات پر راکٹوں سے حملے کر چکے ہیں اور کوئی بھی ملک واضح طور پر ایران کے ساتھ کھڑا ہوا نظر نہیں آرہا۔ پاک ایران تعلقات کی ایک اپنی تاریخ ہے اور اس تاریخی پس منظر میں ایرانی صدر کا دورہ بہت اہمیت کا حامل تھا کہ پاکستان میں عام انتخابات کے نتیجے میں تشکیل پانے والی نئی حکومت کے انتظام سنبھالنے کے بعد یہ کسی بھی غیر ملکی سربراہ کا پہلا دورہ پاکستان ہے جبکہ دوسری طرف ایران اور اسرائیل کی باہمی آویزش کے بعد ایرانی صدر بھی پہلے غیر ملکی دورے پر تھے جسے خود ایرانی وزارت خارجہ انتہائی اہم قرار دے رہی تھی۔

پاک ایران تعلقات کی گہرائی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1948 میں ایران پہلا ملک تھا جس نے پاکستان کو تسلیم کیا جبکہ 1979ء میں ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان پہلا ملک تھا جس نے خمینی حکومت کو تسلیم کیا۔ پاکستان اور ایران کے درمیان ایک ہزار کلومیٹر طویل سرحد پر 2013ء تک ایک فوجی بھی تعینات نہ تھا بعد میں باہمی رضامندی سے چیک پوسٹیں قائم کی گئیں۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم قائد ملت لیاقت علی خان نے 1949ء میں ایران کا سرکاری دورہ کیا جبکہ شہنشاہ ایران نے 1950ء میں پاکستان کا پہلا سرکاری دورہ کیا۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں ایران پاکستان کے شانہ بشانہ کھڑا رہا۔ انقلاب ایران سے پہلے پاکستان اور ایران ایک ہی عالمی کیمپ کا حصہ تھے لیکن انقلاب ایران کے بعد علاقائی سیاست میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو فروغ ملا اور مشرق وسطیٰ کے بعض ممالک نے بھی پاکستان میں اپنی پراکسیز قائم کیں۔ امریکہ اور عالمی اداروں کی جانب سے ایران کے ایٹمی پروگرام کے تناظر میں جب ایران پر مختلف پابندیاں عائد کی گئیں تو یہ پاکستان ہی تھا جس نے امریکہ کے ساتھ سفارت کاری کیلئے اسے اپنا چینل استعمال کرنے دیا۔ 2014ء میں اس وقت کے امریکہ میں پاکستانی سفیر جلیل عباس جیلانی نے ایک غیر رسمی گفتگو میں کہا تھا کہ ہم گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصہ سے امریکہ میں ایران کی جگہ سفارت کاری کرتے آرہے ہیں۔ مارچ 2013ء میں پاک ایران گیس پائپ لائن کے منصوبے کا آغاز ہوا ایران نے اپنی طرف سے 900 کلومیٹر طویل پائپ لائن بچھانے کا کام مکمل کرلیا ہے لیکن پاکستان میں ابھی تک یہ پائپ لائن محض نواب شاہ تک ہی پہنچ سکی ہے۔

ایرانی صدر ابراہیم رئیسی پاکستان کے دوروزہ دورے پر آئے تو یہاں ان کا ہر سطح پر پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اسلام آباد سے لاہور آنے پر وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے لاہور ایئرپورٹ پر ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کا استقبال کیا، ایرانی صدر کے دورہ لاہور کی مناسبت سے شہر کی اہم شاہراہوں کو خیر مقدمی بینرز سے سجایا گیا تھا۔ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی ایئرپورٹ سے مزار اقبال پہنچے جہاں مولانا عبدالخبیر آزاد نے ان کا استقبال کیا، پنجاب رینجرز کے چاق و چوبند دستے نے معزز مہمان کو مزار اقبال پر گارڈ آف آنر پیش کیا۔ معزز مہمان نے شاعر مشرق علامہ اقبال کے مزار پر حاضری دی اور پھولوں کی چادر چڑھائی اور فاتحہ خوانی کی۔ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی نے شاعر مشرق کو خراج عقیدت پیش کیا اور مہمانوں کی کتاب میں اپنے تاثرات بھی قلمبند کئے۔ مزار اقبال پر میڈیا سے گفتگو میں ایرانی صدر ابراہیم رئیسی نے کہا کہ علامہ اقبالؒ نے امت مسلمہ کو نئی راہ دکھائی، جیسے آپ کو اپنی قوم پر ناز ہے ویسے ہمیں بھی اپنی قوم پر ناز ہے، ہمیں اپنے مجاہدین پر بہت زیادہ ناز ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے سپریم لیڈر بھی یہی کہتے ہیں اس جنگ میں غزہ اور فلسطین والے جیتنے والوں میں سے ہوں گے اس جنگ میں تباہی صیہونیوں اور اسرائیلیوں کی ہوگی، غزہ سے متعلق اصولی موقف پر پاکستان کے کردار کو سراہتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں آکر اجنبیت کا بالکل احساس نہیں ہوا، خواہش تھی کہ پاکستان میں عوامی اجتماع سے خطاب کرتا۔ اس کے بعد ایرانی صدر گورنر ہاؤس لاہور پہنچے جہاں گورنر پنجاب بلیغ الرحمان نے ان کا استقبال کیا، گورنر ہاؤس میں ایرانی صدر کے اعزاز میں ظہرانے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کے دورہ لاہور اور کراچی کے موقع پر 23 اپریل کو دونوں صوبائی دارالحکومتوں میں مقامی تعطیل تھی۔ انتظامیہ کی جانب سے نوٹیفکیشن کے مطابق غیر ملکی معززین کی آمد کے پیش نظر سرکاری و نجی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کو بند رکھا گیا تھا جبکہ سرکاری اور نجی دفاتر بھی نہیں کھلے تھے۔

لاہور کا دورہ مکمل کرنے کے بعد ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کراچی پہنچے تھے یہ کئی دہائیوں بعد کسی سربراہ مملکت کا کراچی کا پہلا دورہ ہے۔ ایرانی صدر خصوصی طیارے کے ذریعے لاہور سے کراچی پہنچے جہاں ائیر پورٹ پر گورنر سندھ کامران ٹیسوری، وزیراعلیٰ سندھ مراد علی شاہ، صدر آصف زرداری کی صاحبزادی آصفہ بھٹو اور صوبائی کابینہ نے استقبال کیا۔ کراچی ائیرپورٹ کے وی آئی پی لاؤنج میں ایرانی صدر سے وزیراعلیٰ اور گورنر سندھ نے ملاقات کی۔ ایران کے صدر نے بانی پاکستان محمد علی جناح کے مزار پر حاضری دی، پھولوں کی چادر چڑھائی اور فاتحہ خوانی کی۔ بعدازاں وزیراعلیٰ ہاؤس میں گورنر اور وزیراعلیٰ سندھ سے تفصیلی ملاقات ہوئی جبکہ گورنر سندھ نے ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کو جامعہ کراچی کی جانب سے پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری دی، ایرانی صدر نے کراچی میں بزنس فورم کے شرکا سے ملاقات بھی کی تھی۔ ایران کے صدر ابراہیم رئیسی اپنا تین روزہ دورہ پاکستان مکمل کرنے کے 24 اپریل کو وطن واپس چلے گئے تھے۔ جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر وزیراعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ، گورنر سندھ کامران خان ٹیسوری اور دیگر اعلیٰ حکام نے ایران کے صدر کو الوداع کیا۔

ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کے دورہ پاکستان کا 28 نکاتی مشترکہ اعلامیہ

دفتر خارجہ کی جانب سے جاری مشترکہ اعلامیے کے مطابق وزیراعظم شہباز شریف کی دعوت پر ایران کے صدر ابراہیم رئیسی نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا، ایرانی صدر کے ہمراہ وزیر خارجہ سمیت اعلیٰ سطح کا وفد بھی پاکستان آیا جس میں وزیر خارجہ امیر عبداللہیان اور دیگر کابینہ ارکان بھی شامل تھے۔ صدر ابراہیم رئیسی نے وزیراعظم شہباز شریف سے وفود کی سطح پر بات چیت کی، فریقین نے پاک ایران دوطرفہ تعلقات کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا، باہمی تشویش کے علاقائی اور عالمی امور پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ دونوں ممالک کے درمیان مفاہمت کی متعدد یادداشتوں اور معاہدوں پر بھی دستخط ہوئے، برادرانہ تعلقات مضبوط بنانے کیلئے اعلیٰ سطح کے دوروں کے باقاعدہ تبادلے کے ذریعے باہمی روابط کو بڑھانے پر اتفاق کیا گیا۔ دونوں پڑوسیوں اور مسلم ممالک کے درمیان تاریخی، ثقافتی، مذہبی اور تہذیبی تعلقات کو اجاگر کیا گیا۔ پاکستان اور ایران نے دمشق میں ایرانی قونصلر سکیشن پر حملے کی مذمت کی، دونوں ممالک نے باہمی سرحد کو پاک ایران دوستی، امن کی سرحد کے طور پر تسلیم کیا، پاکستان اور ایران نے مستقل بنیادوں پر سیاسی، سکیورٹی حکام کے تعاون پر اتفاق کیا۔ دونوں ممالک نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ باہمی تعاون کا مقصد دہشتگردی، منشیات اور انسانی اسمگلنگ کی روک تھام ہے۔ یاد رہے کہ ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کی آمد کے موقع پر پاکستان اور ایران کا تجارت کا حجم 10 ارب ڈالر تک لے جانے پر اتفاق کیا گیا، ایرانی صدر اور وزیراعظم شہباز شریف نے مشترکہ پریس کانفرنس کی، جس میں ابراہیم رئیسی نے کہا کہ ہوسکتا ہے کسی کو پاک ایران روابط پسند نہ ہوں، اس کی کوئی اہمیت نہیں، اہمیت اس بات کی ہے کہ دونوں ملکوں کے لیے باہمی اشتراک کار کتنا فائدہ مند ہے۔ ایرانی صدر کا کہنا تھا کہ سرحد سے ہونے والی تجارت اور سرحدی بازاروں کو لازمی طور پر ترقی دیں گے، وزیراعظم شہباز شریف نے کہا کہ ہمیں اپنی سرحدوں پر کاروبار کو وسعت دینا ہوگی۔

آگ کا دریا عبور کر کے یہاں تک پہنچی

مریم نواز پولیس کے وقار میں اضافہ کا باعث

وزیراعلیٰ پنجاب کو پولیس وردی میں دیکھ کر مشہور شخصیات بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکیں

شہاب شیر افگن

گزشتہ دنوں پاکستانی صوبہ پنجاب کی وزیراعلیٰ مریم نواز اس وقت سوشل میڈیا پر صارفین کی توجہ کا مرکز بن گئیں جب سوشل میڈیا پر ان کی پولیس کی وردی میں تصاویر اور ویڈیوز بڑے پیمانے پر شیئر کی گئیں۔ان کے اس عمل کو ان کی جماعت اور کئی سوشل میڈیا صارفین نے سراہا،سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پرن لیگ کی پوسٹس کے مطابق مریم نواز نے جمعرات کے روز پولیس کی وردی پہن کر پولیس ٹریننگ کالج میں خواتین کانسٹیبلز کی پاسنگ آؤٹ تقریب میں شرکت کی تھی۔اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مریم نواز نے کہا کہ

انہوں نے زندگی میں پہلی بار پولیس کی وردی زیب تن کی ہے۔ان کا مزید کہنا تھا، جب میں نے یہ پولیس یونیفارم پہنا تو مجھے یہ احساس ہوا کہ چاہے وہ چیف منسٹر کی کرسی پہ بیٹھنا ہو ، چیف منسٹر کا حلف لینا ہو یا پولیس کا یونیفارم ہو، یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے، اور مجھے پتہ ہے آپ کو احساس ہے کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے۔انہوں نے کہا کہ وہ بطور وزیراعلیٰ فیصلے کرتی ہیں، جن پر عمل درآمد پولیس کا کام ہے، اور اس لحاظ سے پولیس کی ذمہ داری ''زیادہ بڑی'' ہے۔پاس آؤٹ ہونے والی خواتین پولیس اہلکاروں کو مبارک باد دیتے ہوئے مریم نواز نے کہا،''مجھے خواتین پولیس اہلکاروں کو وطن کی حفاظت پر مامور دیکھ کر ہمیشہ فخر محسوس ہوا ہے۔'' مریم نواز کی خوش قسمتی ہے کہ پولیس یونیفارم میں دیکھ کرانہیں روزمرہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی خواتین نے صرف خوبصورت کہا بلکہ ان کی غیر معمولی تعریف کی۔

بختاور بھٹو بھی مریم نواز کی معترف

شہید محترمہ بینظیر بھٹو کی بڑی صاحبزادی بختاور بھٹو نے وزیرِاعلیٰ پنجاب مریم نواز کی جانب سے پولیس فورس میں خواتین نمائندگی میں اضافے کو خوب سراہا۔پولیس کالج میں وزیرِاعلیٰ پنجاب کی تقریر سے بختاور بھٹو بہت متاثر ہوئیں۔انہوں نے ایکس پر مذکورہ وائرل کلپ ری شیئر کرتے ہوئے لکھا کہ بہت عمدہ، پولیس فورس میں خواتین کی مساوی نمائندگی قابل ستائش عمل ہے۔

اللہ نے مریم نواز کو بہت حسین بنایا ہے: نور بخاری

سوشل میڈیا پر وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی پولیس وردی میں ملبوس تصویریں آنے سے پاکستانی معروف خواتین شخصیات بھی مریم نواز شریف کی خوبصورتی کے گن گانے پر مجبور نظر آ رہی ہیں۔سابقہ اداکارہ نور بخاری نے کمنٹ باکس میں لکھا کہ ''مریم نواز شریف حقیقی زندگی میں بہت خوبصورت ہیں'' کیمرہ ان کی خوبصورتی کے ساتھ انصاف نہیں کرتا، اللہ نے مریم نواز کو بہت حسین بنایا ہے۔

اتنی پیاری وزیراعلیٰ نہیں دیکھی: مدیحہ نقوی

معروف میزبان مدیحہ نقوی نے مریم نواز شریف کی تصویریں دیکھ کر اپنے انسٹاگرام اکاؤنٹ کی اسٹوری پر لکھا کہ 'آپ مجھ سے متعلق جو چاہیں سوچیں، مگر اتنی پیاری وزیراعلیٰ نہیں دیکھی میں نے۔' مریم نواز کی تصویروں کی طرح مدیحہ نقوی کا یہ تبصرہ بھی خوب وائرل ہوا جسے سوشل میڈیا پیجز نے شیئر کیا۔

مریم نواز نے پی ٹی آئی کی سوشل میڈیا حکمرانی توڑ دی۔اینکر پرسن، کالم نگار نجم ولی خان

پی ٹی آئی نے اپنی حکمرانی سوشل میڈیا سے قائم کی تھی اور اب وہ مریم نواز سے بری طرح خوفزدہ نظر آرہی ہے۔مریم نواز نے وزیراعلیٰ بننے کے بعد پی ٹی آئی کی سوشل میڈیا پر بارہ سالہ حکمرانی توڑ دی۔ میرا خیال ہے کہ عمران خان اب باہر بھی آجائیں تو وہ اپنا ''جادوئی سحر'' قائم نہیں کرسکیں گے بات ان سے آگے نکل گئی ہے۔

مریم نواز نے پولیس کے وقار میں اضافہ کیا: عظمیٰ بخاری

وزیراطلاعات پنجاب عظمیٰ بخاری نے مریم نواز کے پولیس یونیفارم پہننے پر تنقید کرنے والوں کو آڑے ہاتھوں لے لیا۔عظمیٰ بخاری نے اپنے بیان میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب کے پولیس یونیفارم پہننے سے اس کے وقار میں اضافہ ہوا، پوری دنیا میں سربراہان مملکت یونیفارم پہن کر اپنی فورسز کی عزت و تکریم میں اضافہ کرتے ہیں۔پولیس رولز کے مطابق وزیراعلیٰ اور گورنر خاص مواقع پر پولیس یونیفارم پہن سکتے ہیں، پولیس آرڈر کے آرٹیکل ستائیس کے مطابق گورنر یا چیف منسٹر پریڈ کا جائزہ لیتے ہوئے، پولیس درباروں سے خطاب کرتے ہوئے، پولیس اسٹیبلشمنٹ کا دورہ کرتے ہوئے یا پولیس اہلکاروں اور دستوں کی حوصلہ افزائی کیلئے مخصوص مواقع پر یونیفارم پہن سکتے ہیں۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ مریم نواز کی خوبصورتی بڑھ رہی ہے۔ثنا فیصل

معروف ٹی وی اداکار فیصل قریشی کہ اہلیہ بھی مریم نواز کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوئی ہیں چند دن قبل جب سوشل میڈیا پر مریم نواز کی پولیس یونیفارم میں ملبوس تصاویر منظر عام پر آئیں تو فیصل قریشی کی اہلیہ نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر مریم نواز کے حق میں لکھا کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ایک نیا لباس آپ کی خوبصورتی اور وقار میں اضافہ کررہا ہے اللہ نے آپ کو بہت خوبصورت بنایا، دعا ہے کہ اللہ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔

مریم نواز کی پولیس یونیفارم میں اجلاس کی صدارت

وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے پولیس کی وردی پہن کر اجلاس کی صدارت کی جس میں شرکا کو بریفنگ دی گئی کہ پہلی ایئر ایمبولینس سروس کے لیے پہلے تربیتی سیشن کا آغاز کردیا گیا ہے۔مریم نواز نے کہا کہ انسانی جان سے بڑھ کر اہم کچھ نہیں، تمام تر وسائل عوام پر خرچ کریں گے، ایمرجنسی کی صورت میں ایئر ایمبولینس سروس مہیا ہوگی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایئر ایمبولینس سروس دیگر صوبوں میں ایمرجنسی مدد کے لیے فراہم کی جائے گی۔

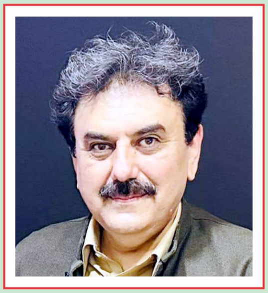

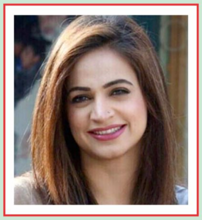

یورپ میں رہائش، غریب ممالک کے نوجوانوں کا خواب

لتھوینیا، رومانیہ اور جمہوریہ چیک

اچھی ملازمت اور پُرسکون زندگی کے باعث 30 سال سے کم عمر لوگوں کے پسندیدہ ملک

میگزین رپورٹ

رواں سال کی ''ورلڈ ہپی نیس رپورٹ'' میں جمہوریہ چیک، لتھوینیا اور رومانیہ کو ایسے ممالک میں شامل کیا گیا ہے جہاں 30 سال سے کم عمر لوگ زیادہ خوش رہتے ہیں۔ مارچ 2024 میں جاری کی گئی اس رپورٹ میں فن لینڈ، ڈنمارک، آئس لینڈ اور سویڈن جیسے سکینڈینیوین ممالک کا سرفہرست ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی، لیکن ایک حیران کُن رجحان یہ نظر آیا کہ چند نئے ممالک بھی اس فہرست میں اوپر آ گئے ہیں۔ سروے کے مطابق گزشتہ تین سالوں کے دوران وسطی اور مشرقی یورپی ممالک نے اس معاملے میں اپنے کچھ مغربی یورپی ہمسایوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس فہرست میں پہلی بار جمہوریہ چیک اور لتھوینیا نے ٹاپ 20 ممالک میں جگہ بنائی ہے اور وہ بالترتیب 18 ویں اور 19 ویں نمبر پر ہیں۔ سلووینیا 21 ویں نمبر پر ان سے تھوڑا ہی پیچھے ہے۔ اسی رپورٹ میں برطانیہ 20 ویں، جرمنی، 24 ویں، سپین 36 ویں جبکہ اٹلی 41 ویں نمبر پر ہے۔ اس علاقے کے رہائشی اور ان علاقوں کا متعدد بار دورہ کرنے والے مسافر اس بات پر حیران نہیں ہیں۔ ''دی ورلڈ چیپسٹ ڈیسٹینیشنز'' کے مصنف ٹم لیفل اس حوالے سے کہتے ہیں کہ: 'یہاں زیادہ اچھی ملازمتیں ہیں، اس لیے نوجوان لوگ کام کرنے کے لیے یورپ کے دوسرے ملکوں میں کہیں اور نہیں جا رہے ہیں۔ ایک دہائی قبل پہلی بار جب میں رومانیہ اور بلغاریہ گیا تھا، تو کچھ گاؤں میں صرف بوڑھے لوگ تھے۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ زیادہ نوجوان لوگ ارد گرد موجود ہیں تو اس سے ہر کسی کو مستقبل کے بارے میں اچھی امید ملتی ہے۔' سنہ 2000 کی دہائی کے اوائل سے فی کس جی ڈی پی کے تیزی سے بڑھنے کے ساتھ بہت سے وسطی اور مشرقی یورپ کے باشندے اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کے پاس خوشی کے مساوی مواقع ہیں اور یہ چیز اعلیٰ زندگی کا ایک اہم مجموعی اشاریہ ہے۔ اقتصادی ترقی کے علاوہ یہ ممالک انفراسٹرکچر میں بھی سرمایہ کاری کر رہے ہیں، ثقافتی مناظر کو فروغ دے رہے ہیں اور اپنی شاندار قدرتی خوبصورتی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ 'ورلڈ ہپی نیس رپورٹ' کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ان ممالک کے شہریوں اور حال ہی میں وہاں کا دورہ کرنے والے سیاحوں کا کچھ یہ کہنا ہے۔

لتھوینیا

لیتھوینیا 'ورلڈ ہپی نیس رپورٹ' میں مجموعی طور پر 19 ویں نمبر پر ہے جبکہ ان ممالک کی فہرست میں سرِفہرست ہے جہاں 30 سال سے کم عمر لوگ سب سے زیادہ خوش رہتے ہیں۔ رہائشیوں کے مطابق لتھوینیا میں حالیہ دہائیوں میں معیارِ زندگی میں نمایاں بہتری دیکھنے میں آئی ہے۔ لتھوینیا کے ٹریول بلاگ 'فل سوٹ کیس' کی بانی اور سی ای او جورگا روبینوائٹ کا کہنا ہے کہ: ''لتھوینیا میں زیادہ تر لوگ خاص طور پر نوجوان نسل، واقعی خوش وخرم رہتے ہیں۔ یوکرین میں جنگ اور بالٹک ریاستوں میں جنگ کے بڑھتے ہوئے امکانات کے بارے میں خبروں پر مسلسل بات کرنے کے باوجود، لوگ پہلے سے کہیں زیادہ زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسے سراہتے نظر آتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 1990 میں سویت یونین سے آزادی کے بعد لتھوینیا کے لوگ تعلیم حاصل کرنے، ملازمتیں کرنے اور دن یا رات میں ہر جگہ سفر کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ روبینوائٹ کے مطابق ان کی والدہ اکثر کہتی ہیں کہ ''میری زندگی اتنی اچھی کبھی نہیں رہی جتنی اب ہے۔ نوجوان نسل کو معلوم ہی نہیں کہ لتھوینیا کی آزادی سے پہلے یہاں زندگی کیسی تھی۔ لیکن ان سب نے ہی اپنے والدین اور دادا، دادی کی کہانیاں سُن رکھی ہیں۔ میرے خیال میں یہی ایک وجہ ہے کہ لوگ اب زیادہ خوش ہیں کیونکہ وہ اس آزادی کی قدر کرتے ہیں جو ان کے پاس پہلے سے زیادہ ہے۔ وہ اس حوالے سے ملک کی میٹرنیٹی / پیٹرنٹی پالیسیوں کو بھی کریڈٹ دیتی ہے۔ لتھوینیا میں بچوں کی پیدائش پر ماؤں کو 126 دن جبکہ باپ کو 30 دن کی چھٹیاں دی جاتی ہیں اور اس دوران انہیں پوری تنخواہیں بھی دی جاتی ہیں۔ لتھوینیا کی رہائشی رمنتا لیلیتے اسبلی کے لیے تخلیقی اظہار اور ذاتی ترقی کے مواقع کو پسند کرتی ہیں۔ وہ رواں سال جون اور جولائی میں لتھوینین سانگ فیسٹیول کی 100 ویں سالگرہ کے موقع پر یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کی تقریب جیسے اہم ثقافتی پروگراموں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سیکڑوں کوئرز اور ہزاروں لوگوں کے ایک بڑے اوپن ایئر سٹیج پر ایک ساتھ گاتے ہوئے ایک بڑے کنسرٹ کا مشاہدہ کرنے کا چار سال میں ایک بار ملنے والا موقع ہے۔ سوویت قبضے کے دوران لیتھوینیا کی قومی شناخت کو بچانے میں اس کے کردار کی وجہ سے یہ تہوار ہم سب کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اسی لیے اسے ''گانے کے انقلاب'' کے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ملک کی فطرت سے قربت اور کام اور زندگی کے درمیان بہتر توازن بھی یہاں کے لیے خوشی کا آسان راستہ

دارالحکومت ولنیئس کا زندگی سے بھرپور ثقافتی منظرنامہ خوشی کا باعث ہے۔ وہ فطرت سے اس کی قربت، اس کی جامع اجتماعی روح، پیش کرتی ہے۔ روبینوائٹ کے مطابق لتھوانیا کے لوگ گھر سے باہر کے ماحول کو پسند کرتے ہیں۔ وہ شہر سے نکل کر جنگلوں، جھیلوں اور خوبصورت سمندر کے کنارے لطف اندوز ہونے کے ہر مواقع کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سابلی لتھوینیا آنے والوں کو درالحکومت ولنیئس کے قریب سٹریوا گرین ٹریل جیسے ہائیکنگ ٹریلز کو دیکھنے کا مشورہ دیتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے: اس کی چشموں والی پہاڑیاں جو سردیوں میں بھی نہیں جمتیں اور اس میں ایک چھوٹی پہاڑی پر لتھوینیائی آرکڈز کا پودا لگا ہوا ہے۔ وہ کرمازینائی نیچر ٹریل کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں جو مشرکانہ رسومات اور قدیم تدفین کی ایک دلچسپ جگہ ہے۔

رومانیہ

رومانیہ اگرچہ خوشی کے مجموعی اشاریے میں 32 ویں نمبر پر ہے لیکن یہ گزشتہ دہائی کے دوران خوشی کی فہرست میں سب سے بڑی چھلانگ لگانے میں کامیاب ہوا ہے کیونکہ اس سے قبل رومانیہ سنہ 2013 کی ورلڈ ہپی نیس رپورٹ میں 90 ویں نمبر پر تھا۔ اس کے درجے

> لتھوینیا میں زیادہ تر لوگ خاص طور پر نوجوان نسل، واقعی خوش وخرم رہتے ہیں۔ لتھوینیا میں بچوں کی پیدائش پر ماؤں کو 126 دن جبکہ باپ کو 30 دن کی چھٹیاں دی جاتی ہیں اور اس دوران انہیں پوری تنخواہیں بھی ملتی رہتی ہیں

میں اضافے کا بنیادی سبب نوجوانوں کی خوشی میں اضافہ ہے اور یہ 30 سال سے کم عمر کے جواب دہندگان کے معاملے میں آٹھویں نمبر پر ہے۔ کچھ ماہرین اس کی وجہ بڑھتی ہوئی آزادی اور مواقع کو قرار دیتے ہیں۔ مارچ

> مارچ 2024 میں بلغاریہ اور رومانیہ یورپی یونین کے شینگن علاقے میں شامل ہونے والے نئے رکن ممالک تھے جو شہریوں اور زائرین کیلئے بغیر سرحدی روک ٹوک اور خوف کے مفت نقل وحرکت کی ضمانت دیتے ہیں

2024 میں بلغاریہ اور رومانیہ یورپی یونین کے شینگن علاقے میں شامل ہونے والے نئے رکن ممالک تھے جو شہریوں اور زائرین کے لیے بغیر سرحدی روک ٹوک کے مفت نقل وحرکت کی ضمانت دیتے ہیں۔ رومانیہ نے بنیادی ڈھانچے میں بھی بڑی سرمایہ کاری کی ہے جو رہائشیوں اور سیاحوں کے لیے معیار زندگی کو یکساں طور پر بہتر بنا رہی ہے۔ٹریول انسائٹر ویب سائٹ کے بانی ڈینئیل ہرزبرگ کا کہنا ہے: 'بڑی شاہراہیں اور ہر شہر جہاں آپ جاتے ہیں، یہاں تک کہ تارگومیورس جیسی چھوٹی جگہیں بھی زیرتعمیر دکھائی دیتی ہیں۔' سنہ

2021 سے 2027 کے لیے 17 ارب یورو کے منظور شدہ بنیادی ڈھانچے کے بجٹ کے ساتھ، رومانیہ اصلاحات کو منظّم طریقے سے نافذ کر رہا ہے جس میں 1,700 کلومیٹر موٹروے کی تعمیر بھی شامل ہے، یہ سب کچھ اصل میں توقع سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے ہو رہا ہے۔لیکن جدید ترقیوں کے درمیان روایات اب بھی مقامی لوگوں اور سیاحوں کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل

ہیں۔ وہاں کی موجودہ رہائشی الیگزینڈر رانیما کے مطابق ''رومانیہ کے لوگ سیکسن اور شیکلر (اور دیگر ہنگریائی) اقلیتوں سے لے کر رومانی اور رومانیہ کی ثقافتوں تک ہر چیز پر فخر کرتے ہیں۔ اگر آپ سستے، پُرسکون، خوبصورت نظاروں اور

> جمہوریہ چیک میں دوستوں کے گروپ شہر کی سرسبز جگہوں پر ایسے جا بیٹھتے ہیں جیسے یہ ان کا اجتماعی عقبی باغ ہو، یہاں تک کہ سرد موسم میں بھی یہاں ایک خوش کن پب اور کیفے کا منظر اور ماحول ہوتا ہے جو چیک ثقافت کا امتیاز ہے

فن سے بھرے ہوئے ماحول میں جانا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے ٹرانس سلوانیا خاص طور پر اہم ہے۔ ہرسز برگ کو اس سے تفاق ہے۔ ان کے حساب سے بھی خطے کا بہترین منظر دیکھنے کے لیے ٹرانس سلوانیا سے سفر اہم ہے۔ اس کے قرون وسطی کے قلعے دیکھنے کے لیے کلج ناپوکا (ملک کا دوسرا سب سے زیادہ آبادی والا شہر) کے بونٹیڈ یا بینفی کیسل سے شروع کریں جسے کہ ورسیلی آف ٹرانس سلوانیا کہلتا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اس کے بعد 270 کلومیٹر جنوب کی طرف براسوف کے چھوٹے قصبے کی طرف جائیں، جو کارپیتھین پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، جہاں آپ اس کی قرون وسطیٰ کے دور کی دیواروں اور کیفے کی ثقافت کو دیکھ سکتے ہیں۔

جمہوریہ چیک

چیک ریپلک یا جمہوریہ چیک مجموعی طور پر خوشی کے اشاریے میں 18 ویں اور 30 سال سے کم عمر افراد کی فہرست میں 10 ویں نمبر پر ہے۔ جمہوریہ چیک نے حالیہ برسوں میں سماجی اور ثقافتی ترقی دیکھی ہے جس کی وجہ سے خوشی کی سطح میں اضافہ ہوا ہے۔ٹریول سائٹ ''دی ورلڈ واز ہیئر'' کے بانی مائیکل روزن بلٹ کا کہنا ہے: یہاں اپارٹمنٹس اور رہائشی مقامات چھوٹے ہوتے ہیں، اس لیے یہاں کے لوگ پارکوں، پبوں اور کیفے جانے کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ وہ دارالحکومت پراگ میں دو سال سے مقیم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ 'دن کا کام ختم ہونے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ خاندان کے لوگ، جوڑے اور دوستوں کے گروپ شہر کی سرسبز جگہوں پر ایسے جا بیٹھتے ہیں جیسے یہ ان کا اجتماعی عقبی باغ ہو۔ ان کے مطابق یہاں تک کہ سرد موسم میں بھی یہاں ایک خوش کن پب اور کیفے کا منظر اور ماحول ہوتا ہے جو چیک ثقافت کا امتیاز ہے۔ اس ملک کی خوشی میں اضافے کے اسباب میں کام اور زندگی کے توازن کی حکومتی پالیسیاں شامل ہیں۔ ان میں گارنٹیڈ چھٹیوں کے دن، جامع صحت کی دیکھ بھال اور زچگی اور والد کی چھٹیاں وغیرہ شامل ہیں۔ ماریکو امیکوڈومو کھانا بنانے کا کاروبار 'ماریکو پریزنٹ' چلانے والی امریکی شہری ہیں جو اب پراگ میں رہتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 'زیادہ تر ملازمین کے فائدے کے پروگراموں میں کھیلوں تک رسائی، جسمانی سرگرمیاں اور یہاں تک کہ مساج اور تندرستی جیسی مراعات شامل ہیں۔ یہاں لوگ بہت خوش ہیں کیونکہ یہاں

> 2000 کی دہائی کے اوائل سے فی کس جی ڈی پی کے تیزی سے بڑھنے کے ساتھ یورپ کے باشندے اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کے پاس خوشی کے مساوی مواقع ہیں اور یہ چیز اعلیٰ زندگی کا ایک اہم مجموعی اشاریہ ہے

بہترین معیار زندگی پیش کیا جاتا ہے۔' امیکوڈومو اور لیفل دونوں کا کہنا ہے کہ ثقافت اور لینڈسکیپ کا صحیح احساس حاصل کرنے کے لیے پراگ سے باہر جانا ضروری ہے۔ امیکوڈومو کے مطابق 'شہر سے باہر 30 منٹ کی ٹرین کی سواری بھی آپ کو خوبصورت قلعوں، انسانی ہڈیوں سے بنی اچھوتی خانقاہ تک لے جا سکتی ہے۔ شہر کے مرکز سے 15 منٹ کی پیدل مسافت پر آپ مقامی لوگوں کے زیادہ آرام دہ ماحول میں پہنچ سکتے ہیں۔' لیفل نے حال ہی میں جمہوریہ چیک کے پِلزین اور سپاٹرائینگل کے علاقوں کی دریافت کی ہے وہ سیاحوں کو اولوموک، برنو اور پلزین جیسے چھوٹے شہروں کا دورہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جو کہ 'چیک طرزِ زندگی کے بارے میں ایک مختلف بصیرت پیش کرتے ہیں۔' ان کے مطابق خاص طور پر بیئر کے شوقینوں کے لیے پلینز کی شراب کشید کرنے والی کمپنی پلسنر ارکوئل کشش کا باعث ہے۔ انہوں نے کہا کہ 'یہ کسی شراب کے شوقین کے لیے بورڈو کی زیارت کی طرح ہے یا پھر کافی کے شوقین کے لیے ایتھوپیا کے سفر کی طرح ہے۔' ملک کے قدیم بیئر ورثے کو حال ہی میں بین الاقوامی سطح پر پذیرائی ملی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ زاٹیک شہر کو یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

☆☆☆☆

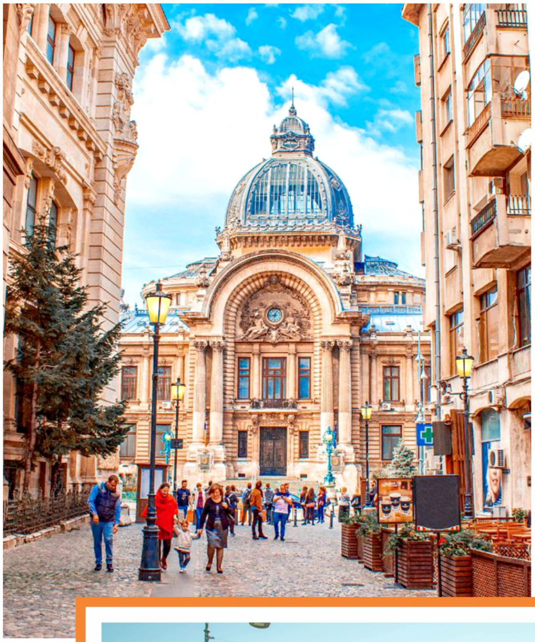

کسی کا عشق، کسی کا خیال تھے ہم بھی
گئے دنوں میں بہت با کمال تھے ہم بھی

ہماری کھوج میں رہتی تھیں تتلیاں اکثر
کہ اپنے شہر کا حسن و جمال تھے ہم بھی

زمیں کی گود میں سر رکھ کر ہو گئے آخر
تمہارے عشق میں کتنے نڈھال تھے ہم بھی

ضرورتوں نے ہمارا ضمیر چاٹ لیا
وگرنہ قائل رزقِ حلال تھے ہم بھی

ہم عکس عکس بکھرتے رہے اسی دُھن میں
کہ زندگی میں کبھی لازوال تھے ہم بھی

پروین شاکر

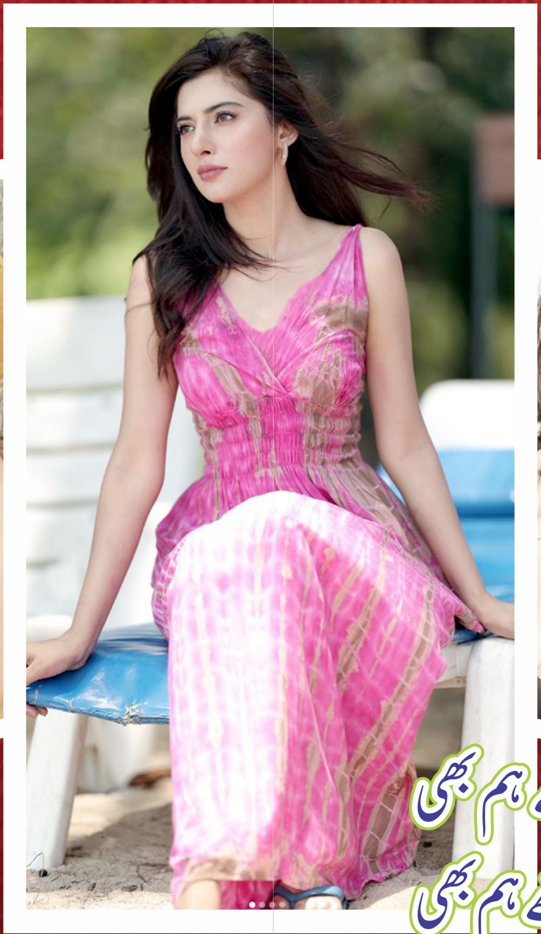

کسی کا عشق، کسی کا خیال تھے ہم بھی
گئے دنوں میں بہت با کمال تھے ہم بھی

ماڈل: مشعل ممتاز

ڈیزائنر: اشرف انتھونی

sundaymag@naibaat.com

حکومت من مرضی سے معاشی پالیسیز نہ بنائے

فیڈریشن آف پاکستان کے نائب صدر اور ریجنل چیئرمین ذکی اعجاز کی ''نئی بات'' سے گفتگو

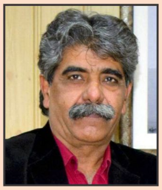

اسد شہزاد

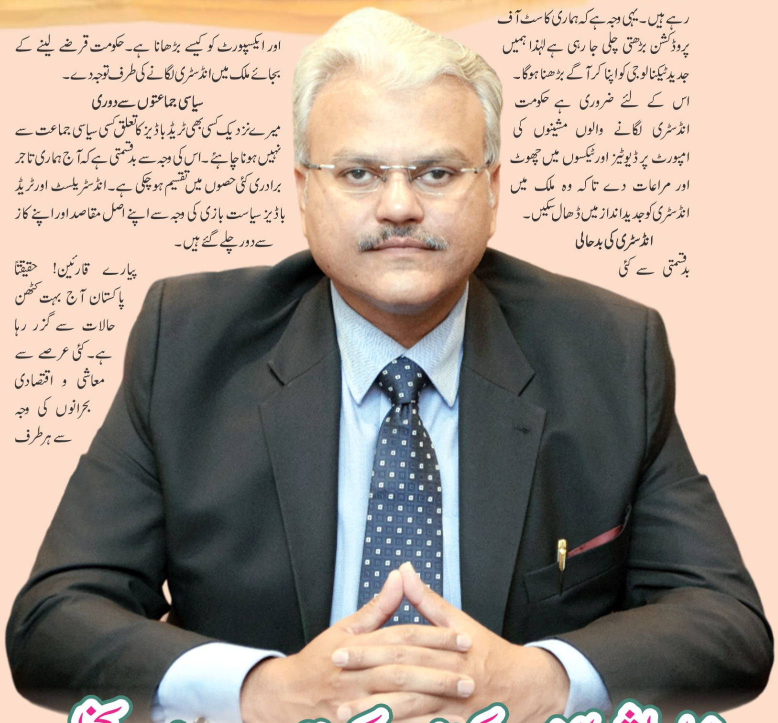

پیارے قارئین! حقیقتاً پاکستان آج بہت کٹھن حالات سے گزر رہا ہے۔ کئی عرصے سے معاشی و اقتصادی بحرانوں کی وجہ سے ہر طرف افراتفری کا ماحول ہے، پریشان چہرے دکھائی دیتے ہیں۔، مہنگائی سے قوم تنگ آ چکی۔ ایسا کیوں ہوا، آنے والے کل کو کیا ہم سنبھال سکیں گے؟ کیا پاکستان کی معاشی صورتحال میں بہتری آئے گی اور اہم بات یہ کہ ہماری تاجر برادری آج تک کیوں متحد نہیں ہو سکی؟ ایسے ہی کئی سوالات لے کر گزشتہ دنوں فیڈریشن آف پاکستان چیمبر اینڈ انڈسٹری کے نائب صدر اور ریجنل چیئرمین ذکی اعجاز کے ساتھ ان کے آفس میں ملاقات کی گئی۔ ذکی اعجاز کے بارے میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جتنا بڑا ان کا قد ہے اسی طرح گزشتہ 25 سال سے وہ پاکستان کے نمایاں صنعتکاروں میں شامل ہو چکے ہیں۔ گفتار، کردار اور تجربے کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو ذکی اعجاز نہ صرف قومی معیشت کو خوب سمجھتے ہیں بلکہ اگر ان کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے تو ہم کسی حد تک معاشی نقشہ بدل سکتے ہیں۔ ذکی اعجاز کا سب سے بڑا فکری نظریہ یہ ہے کہ تمام تاجر برادری اپنے تمام اختلافات بھلا کر پاکستان کی معاشی صورتحال کو بہتری کی طرف لے جانے میں اپنا اہم کردار ادا کرے۔ ہمارے مفاد سیاسی جماعتوں کی بجائے پاکستان کے ساتھ ہونا چاہئیں۔ دوران گفتگو ذکی اعجاز کی جہاں سوچ، فکر اور تجاویز سامنے آئیں وہاں ان کے بارے میں یہ رائے بھی قائم کرنا ہوگی کہ آنے والے وقتوں میں ذکی اعجاز کی پاکستان کی تاجر برادری میں اہم لیڈرشپ کے ساتھ اُبھر کر سامنے آئیں گے۔

ذکی اعجاز کا بڑا اعزاز یہ ہے کہ وہ آج فیڈریشن آف پاکستان چیمبر میں نائب صدر اور ریجنل چیئرمین کی حیثیت سے اپنا بہترین کردار ادا کرتے ہوئے پاکستان بھر کے تاجروں کو یکجا کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ ذکی اعجاز کی فکر انگیز باتیں ایک پُر امید مستقبل کی تصویر آپ کے سامنے رکھتی ہیں۔

امپورٹ اور ایکسپورٹ کے مسائل ہیں

انہوں نے کہا، گفتگو کا آغاز پاکستان میں تاجر برادری سے کروں گا کہ ان کے بڑھتے مسائل کون حل کرے گا۔ دیکھیں ہماری تاجر برادری آج دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک انڈسٹریل یہ وہ کاروباری لوگ ہیں جنہوں نے ملک میں انڈسٹری لگائی، روزگار فراہم کیا کارخانے لگائے، ایکسپورٹ کرنا اُن کا اصل مقصد

معاشی استحکام سیاسی استحکام کے بغیر ناممکن

جب تک پاکستان میں سیاسی استحکام نہیں آئے گا، آپ معیشت کی گاڑی صحیح سمت پر نہیں چلا سکتے اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب تمام سیاسی جماعتیں، معیشت کے سٹیک ہولڈر بشمول فیڈریشن آف پاکستان چیمبر اینڈ انڈسٹری، ٹریڈ باڈیز، چھوٹی بڑی تاجر تنظیمیں ''چارٹر آف اکانومی'' پر متفقہ طور پہ دستخط کر لیں اور ایک مربوط دس سالہ پالیسی کو اپنا لیں۔

کاسٹ آف پروڈکشن میں اضافہ

ہم آج بھی پرانی ٹیکنالوجی استعمال کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری کاسٹ آف پروڈکشن بڑھتی چلی جا رہی ہے لہٰذا ہمیں جدید ٹیکنالوجی کو اپنا کر آگے بڑھنا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے حکومت انڈسٹری لگانے والوں مشینوں کی امپورٹ پر ڈیوٹیز اور ٹیکسوں میں چھوٹ اور مراعات دے تاکہ وہ ملک میں انڈسٹری کو جدید انداز میں ڈھال سکیں۔

انڈسٹری کی بدحالی

بدقسمتی سے کئی دہائیوں سے ہماری انڈسٹری زوال پذیر ہے۔ کسی کے علم میں نہیں کہ کیسے روزگار دینا ہے۔ امپورٹ کو کیسے کم اور ایکسپورٹ کو کیسے بڑھانا ہے۔ حکومت قرضے لینے کے بجائے ملک میں انڈسٹری لگانے کی طرف توجہ دے۔

سیاسی جماعتوں سے دوری

میرے نزدیک کسی بھی ٹریڈ باڈیز کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی وجہ سے بدقسمتی ہے کہ آج ہماری تاجر برادری کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ انڈسٹریلسٹ اور ٹریڈ باڈیز سیاست بازی کی وجہ سے اپنے اصل مقاصد اور اپنے کاز سے دور چلے گئے ہیں۔

ہے اور ایک وہ ہیں جن کا تعلق ٹریڈنگ کے ساتھ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان جس معاشی بحران سے گزر رہا ہے ان حالات میں انڈسٹری کا بڑھنا بہت ضروری ہے۔ اگر ایک صرف پچھلی دو دہائی کا ڈیٹا دیکھ لیں تو پھر ہمارے ملک میں ٹریڈنگ زیادہ ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے میں جس پر زیادہ توجہ دینا چاہئے تھی وہ کارخانے لگانا ہے، ہم ایسا نہیں کر پائے۔ انہی وجوہات سے ہماری اکانومی کو بڑے مسائل کا سامنا ہے۔

دوسری طرف ہم ایکسپورٹ بھی نہیں کر سکے اور ایکسپورٹ اسی صورت میں ہوگی جب ملک کے اندر انڈسٹری لگے گی۔ دوسرا یہ کہوں گا کہ ہم جدید زمانے اور جدید ماحول میں آج بھی پرانی ٹیکنالوجی پر کھڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری کاسٹ آف پروڈکشن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ انڈسٹری کے جتنے بھی اسٹیک ہولڈر ہیں، ان کو ایک میز پر بیٹھنا ہوگا، ان کو اب سوچنا پڑے گا کہ انڈسٹری کیسے آگے لے کر چلنا ہے۔ بین الاقوامی پرائس کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید انڈسٹری لگانے کا وقت آ گیا ہے۔

اب آپ نے تاجر برادری کی بات کی ہے۔ میرے نزدیک سیاست کے ساتھ تاجر برادری کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ اس سیاست بازی کی وجہ سے ہمارے ملک کو بہت نقصان ہوا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ سیاسی مفادات کے لئے ہم نے اپنے ملک کے مستقبل کے ساتھ سمجھوتہ تک کرلیا۔ آج جتنے بڑے ٹریڈر لیڈرز موجود ہے، اُن سے میں گزارش کروں گا کہ تاجر کو ملکی سیاسی جماعتوں کا حصہ نہیں بننا چاہئے۔

تاجروں میں اتحاد ہونا چاہیے

یہاں ایک ضروری بات کرتا چلوں کہ پوری دنیا میں ایسوسی ایشنز، چیمبرز اور فیڈریشن چیمبرز کی رضامندی سے ہی تجارتی اور معاشی پالیسیاں بنتی ہیں۔ ٹیکسز کے نظام سے معاشی نظام کے ہر شعبے میں وہ تاجروں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ قومی اور صوبائی حکومتیں کوئی بھی معاشی پالیسی بناتے وقت تاجروں کو اعتماد میں نہیں لے رہیں اور اپنی من مرضی سے معاشی نظام چلا رہی ہیں۔

پاکستان چیمبر اینڈ انڈسٹری میں بھی تو گروپ بندی ہے؟

جی بالکل 2014ء کے بعد FPCCI میں بھی گروپ بندی ہوئی اور یہ کوئی اچھی بات اور روایت نہیں ہے اگر ایسا ہو رہا تھا تو اس عمل کو کیوں نہیں روکا گیا؟ وجہ یہ ہے کہ ہمارے تاجروں میں بھی تو مفاداتی لوگ، لیڈرز اور گروپس موجود ہیں۔

ایسا کیا ہو کہ اس کو روکا جا سکے؟

ہم سب کو ایک میز پر یکجا ہونا ہوگا، ملک کے معاشی نظام کی بہتری کے لئے ایک بڑے اتحاد کی طرف جانا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر خدشہ ہے کہ حکومتیں بدلتی رہیں گی اور فائدہ اٹھانے کے لئے تاجروں کو بار بار استعمال کیا جائے گا۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم نے سیاسی جماعتوں کا آلہ کار نہیں بننا۔

حکومتی بیوروکریسی کیا کر رہی ہے وہ بھی تاجر برادری کی تقسیم سے فائدے اٹھا رہی ہے۔ ہمارا مفاد سیاست کی بجائے بزنس میں ہونا ضروری ہے۔

نقصان کیا ہوا ہے؟

ایک تو یہ کہ ہم اپنی مرضی کی اکنامک پالیسیز نہیں بنوا سکیں گے اور حکومت ہمارے اوپر بے جا ٹیکسوں کو تھوپتی رہے گی۔ وہ ہماری بات کہاں سن رہی؟ بات تو وہ تب سنے گی جب تاجر ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اپنی بات منوا سکیں گے۔

تاجر کیوں نہیں سوچ رہے کہ وہ کمزور وکٹ پر کھیل رہے ہیں۔ تاجروں کی تقسیم نے ہمارے ویژن کو بھی کمزور کر کے رکھ دیا ہے۔ البتہ ایک بات ضرور کہوں گا کہ لوکل سطح پر ایک دوسرے پر بات ضرور کریں مگر جب انڈسٹری کے مسائل اور اکنامک کی بات ہو تو پھر سب کو یکجا ہو کر حکومت کے ساتھ اپنے مطالبات کیلئے ڈٹ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ نہ ہم ایک بلند آواز حکومتی ایوانوں میں لے جاتے ہیں تو کیسے حکومت کوئی بھی اکنامک پالیسی بنائے گی جس میں تاجروں کی تجاویز نہ ہوں۔ چند نقصانات یہ ہوئے کہ ہر صوبے میں بجلی، گیس اور ٹیکسز مختلف ہیں۔ اگر میں انڈسٹری پنجاب میں لگا رہا ہوں اور سندھ میں بجلی سستی ہے تو پھر میں پنجاب میں کس طرح انڈسٹری کو چلا پاؤں گا۔ یہ ایک بڑی فکر کی بات ہے۔ کیا میں اپنی انڈسٹری اٹھا کے سندھ میں لے جاؤں؟ اگر حکومت کو معاشی میدان میں بے شمار چیلنجز ہیں تو اس کا نقصان تاجروں کو بھی تو ہو رہا ہے۔

حکومت قرضے لینے کی بجائے انڈسٹری کے فروغ پر توجہ دے پرانی ٹیکنالوجی کی وجہ سے کاسٹ آف پروڈکشن کے بڑھنے سے ہم بہت نقصانات اٹھا رہے ہیں

●●●●●

معیشت کی گاڑی چلانے کے لیے سیاسی استحکام قائم کرنا اور تمام اسٹیک ہولڈرز کو ساتھ رکھنا ہی وقت کی ضرورت ہے

آج حکومت کتنی بھی پالیسیز بنا رہی ہے، یہ لوگ تاجر برادری کو ان بورڈ نہیں لے رہے اور یہی حکومتی من مانیاں تاجروں کو بہت نقصان پہنچا رہی ہیں۔

ہمارے ہاں ہر معاملے میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ حکومت جو کر رہی ہے ہم اس کو من و من تسلیم کر لیتے ہیں۔ احتجاج کریں گے اس وقت جب ہم متحد ہوں گے جو ہم نہیں ہیں۔ گروپس کی سیاست سے نکلنا ہی ہمارے مفاد کا بہترین راستہ ہے۔ مجھے 25 برس ہو گئے ہم نے آج تک ایسا احتجاج نہیں دیکھا جب ہم نے حکومتی پالیسیز کے خلاف آواز بلند کی ہو۔

کیا وجہ ہے کہ حکومتیں بڑے تاجروں کو اربوں روپے کے قرضے دیتی ہے۔ اگر وہ یہی قرضے سمال اینڈ میڈیم بند انڈسٹری کو دیں اور وہ جو عشروں سے بند پڑی ہیں تو وہ چل سکیں گی۔ اس سے بے روزگاری میں بھی کمی آئے گی اور آپ کا چھوٹا تاجر بھی خوشحالی کی طرف قدم اٹھائے گا؟

سمال انڈسٹری: ریڑھ کی ہڈی

آپ سب یہ بات جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک میں سمال انڈسٹری ایک ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ میں یہاں آپ کو چین کی مثال دوں گا کہ اس نے پورے ملک میں پہلے جگہ جگہ چھوٹے یونٹ بنائے اور اب وہ ہائی ٹیک بڑی انڈسٹری لگا رہے ہیں۔ جس طرح چین میں بہت باصلاحیت لوگ ہیں۔ آج بھی حکومت ایریاز کے حساب سے چھوٹے چھوٹے انڈسٹری کے یونٹ لگائے۔ چین نے بھی تو یہی کیا کہ اگر ایک ایریا صرف ٹائلز بنانے کے لئے وقف کر دیا تو اس پورے ایریاز میں اب ٹائل ہی بن رہی ہیں۔ اگر آپ سبزیاں ہی ان علاقوں میں اگانا شروع کر دیں جن ایریاز میں سبزیاں زیادہ اگتی ہیں تو آپ پوری دنیا کو اجناس، سبزیاں، دالیں دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اب ہمیں چین کو فالو کرنا ہوگا۔ اس کی چھوٹے کسان کے لئے بہت آسان اور خوبصورت پالیسیز ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر میں ہینڈی کرافٹ سے لے کر سپورٹس تک بے شمار چھوٹے چھوٹے یونٹس کی بات کروں تو آپ یقین کریں کہ ہم کم از کم ایشیا میں بہترین پوزیشن پر کھڑے نظر آئیں گے۔ صرف آپ کو اپ ڈیٹ کرنا ہے۔ اب جس طرح بنگلہ دیش میں ایک بینک جو کہ 0 فیصد پہ نوجوانوں کو قرضہ دے رہا ہے ہمیں بھی اس طرح کا ایک بنک پاکستان میں بھی انٹروڈیوز کروانا ہوگا۔ اس سے نوجوانوں کو راغب کیا جا سکتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ زیرو پرسنٹ پر قرضے دے۔

اب آپ نے کچھ لوگوں کو بڑے قرضے دینے کی بات کی ہے تو یہاں چند نہیں چھ سو بڑے لوگوں کو قرضوں سے نوازا گیا۔ اور آئی ایم ایف سیاب جو قرضہ ملیں گا، اس میں سے تین سو ارب ڈالر کا قرضہ ٹرف کی مد میں ادا کرنا ہوگا۔

میں تو آج بھی کہتا ہوں کہ حکومت چھوٹی انڈسٹری کی طرف جائے۔ اس پر شفقت بھرا ہاتھ رکھے۔ بڑی انڈسٹری کے پاس بہت وسائل ہیں، نقصان تو چھوٹے تاجر کا ہوا ہے۔

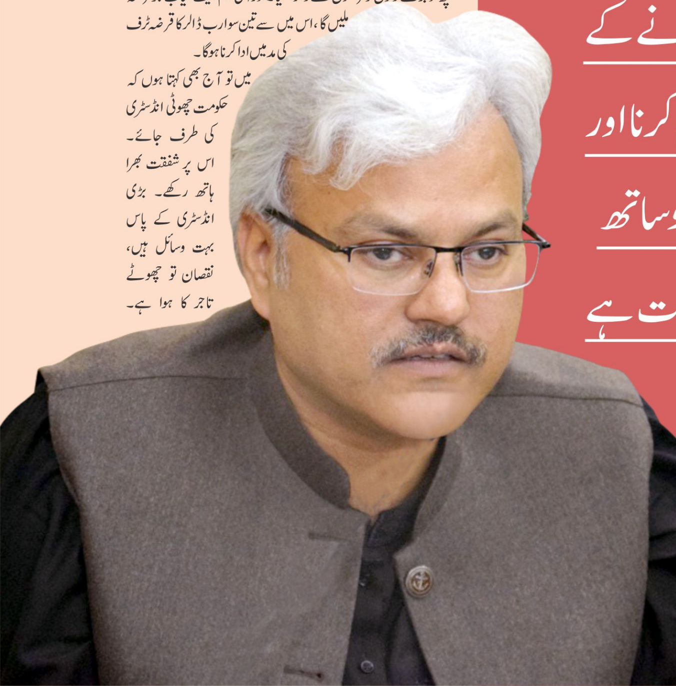

1886ء سے آج تک مزدور اور سرمایہ دار طبقے کی جنگ جاری

عالمی یوم مزدور

ایک جدوجہد، تحریک اور نظریے کا نام

اللہ دتہ انجم

یہ حقیقت ہے کہ جب مزدوروں سے 16،16 گھنٹے جانوروں کی طرح کام لیا جائے۔ تنخواہ یا اُجرت برائے نام دی جائے اوور ٹائم کا تصور نہ ہو، دوران ڈیوٹی اگر مر جائے تو اس کا ذمہ دار بھی خود مزدور ہو۔ اس کے تمام اخراجات بھی مزدور کے ہی ذمہ ہوں۔ زخمی ہونے والے مزدور کے علاج کیلئے بھی مِل یا فیکٹری وغیرہ کی طرف سے سہولت کا کوئی قانون نہ ہو۔ مزدور کی ملازمت کا فیصلہ بھی مالک کے رحم و کرم پر ہو۔ چھٹی کا کوئی تصور نہ ہو۔ چھوٹی چھوٹی وجہ پر جھڑکیں اور تشدد مزدور کا نصیب سمجھے جائیں۔ تو ایسے میں کب تک کوئی برداشت کرے گا۔ کہیں نہ کہیں سے تو اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھے گی۔ بلکہ ظلم کے خلاف آواز کو بلند ہونا چاہیئے کیوں کہ ظلم سہنا بھی ظالم کی حمایت کرنا ہے۔ ایسے ہی ظلم کے خلاف مزدوروں کی ایک آواز یکم مئی 1886ء میں امریکہ کے صنعتی شہر شکاگو میں گونجی، جو بعدازاں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ 16،16 گھنٹے کام کرنے والے مزدوروں میں ''8 گھنٹے کام کا نعرہ بہت مقبول ہوا''۔ یہ آواز ایک روائتی آواز نہ تھی بلکہ یہ 1200 فیکٹریوں کے ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ مزدوروں کی آواز تھی۔ جس نے پوری سامراجی طاقتوں اور سرمایہ داروں کو ہلا کر رکھ دیا جبکہ ہڑتال سے نپٹنے کیلئے جدید اسلحہ سے لیس پولیس کی تعداد شہر میں بڑھا دی گئی۔ یہ اسلحہ اور دیگر سامان پولیس کو مقامی سرمایہ داروں نے مہیا کیا تھا۔ پہلے روز ہڑتال بہت کامیاب رہی دوسرے دن یعنی 2 مئی کو بھی ہڑتال بہت کامیاب اور پُرامن رہی۔ تیسرے دن ایک فیکٹری کے اندر پولیس نے پُرامن اور نہتے مزدوروں

> انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے پاکستان میں آمروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے پاکستانیوں کو تقسیم در تقسیم کیا ہوا ہے، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے امیر کو امیر اور غریب کو غریب تر بنا دیا حتیٰ کہ چائلڈ لیبر پر قابو نہیں پایا جا سکا

پر فائرنگ کر دی جس کی وجہ سے چار مزدور ہلاک اور بہت سے زخمی ہو گئے۔ اس واقعہ کے خلاف تحریک کے منتظمین نے اگلے ہی روز 4 مئی کو ایک بڑے احتجاجی جلسے کا اعلان کیا۔ اگلے روز جلسہ پُرامن جاری تھا لیکن آخری مقرر کے خطاب کے دوران پولیس نے اچانک فائرنگ کر کے بہت سے مزدور ہلاک اور زخمی کر دیئے۔ پولیس نے یہ الزام لگایا کہ مظاہرین میں سے ان پر گرینیڈ سے حملہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک پولیس اہلکار ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے ہیں۔ اس حملے کو بہانہ بنا کر پولیس نے گھر گھر چھاپے مارے اور بائیں بازو اور مزدور رہنماؤں کو گرفتار کر لیا۔ ایک جعلی مقدمے میں آٹھ مزدور رہنماؤں کو سزائے موت سُنا دی گئی۔ جن میں البرٹ پارسن، گسٹ سپائز، ایڈولف فشر اور جارج اینجل کو 11 نومبر 1887ء کو پھانسی دی گئی۔ لوئیس لنگ نے جیل میں خودکشی کر لی اور باقی تینوں کو 1893ء میں معافی دے کر رہا کر دیا گیا۔ مئی کی اس مزدور تحریک نے آنے والے دنوں میں طبقاتی جدوجہد کے متعلق شعور میں انتہائی اضافہ کیا۔ ایک نوجوان لڑکی ایما گولڈ نے کہا کہ مئی 1886ء کے واقعات کے بعد میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے سیاسی شعور کی پیدائش اس واقعہ کے بعد ہوئی ہے۔ البرٹ پارسن کی بیوہ لوسی پارسن نے کہا کہ دنیا کے غریبوں کو چاہئے کہ اپنی نفرت کو ان طبقوں کی طرف موڑ دیں جو ان کی غربت کے ذمہ دار ہیں یعنی سرمایہ دار طبقہ۔ جب مزدوروں پر فائرنگ ہو رہی تھی تو ایک مزدور نے اپنا سفید جھنڈا ایک زخمی مزدور کے خون میں سرخ کر کے ہوا میں لہرا دیا۔ اس کے بعد مزدور تحریک کا جھنڈا ہمیشہ سرخ رہا۔ 1889ء میں ریمنڈ لیوین کی تجویز پر 1890ء میں یکم مئی کو ''یوم مزدور'' کے طور پر منانے کا اعلان کیا گیا۔

اس کے بعد یہ دن ''عالمی یوم مزدور'' کے طور پر منایا جانے لگا سوائے امریکہ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ کے۔ جنوبی افریقہ میں غالباً نسل پرست حکومت کے خاتمے کے بعد یوم مئی وہاں بھی منایا جانے لگا۔ مزدور اور دیگر استحصال زدہ طبقات کی حکومت لینن کی سربراہی میں اکتوبر انقلاب کے بعد سوویت یونین میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد مزدور طبقے کی عالمی تحریک بڑی تیزی سے پھیلی اور چالیس پچاس سالوں میں دنیا کی تقریباً نصف آبادی پر مزدور طبقے کا انقلابی سرخ پرچم لہرانے لگا۔ یکم مئی 1972ء کو پاکستان کی حکومت نے پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر سرکاری سطح پر یکم مئی کو محنت کشوں کا دن قرار دیا۔ تب سے اب تک ہر سال یکم مئی کو ملک میں عام تعطیل ہوتی ہے اور پاکستان کے تمام محنت کش دنیا بھر کے محنت کشوں سے مل کر اپنے ان ساتھیوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس روز دنیا بھر کے محنت کش شکاگو کے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کیلئے جلسے، جلوس، ریلیاں، سیمینارز وغیرہ منعقد کر کے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ جب تک دنیا سے استحصالی نظام کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ہماری جدوجہد جاری و ساری رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محنت کشوں نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے تحت محنت کشوں کو درپیش مسائل کے تدارک کیلئے کوششیں کی جاتی ہیں مگر 1886ء سے آج تک مزدور اور سرمایہ دار طبقے کی جنگ جاری ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ دنیا بھر میں آج بھی مزدور انتہائی نامساعد حالات کا شکار ہیں اور دن بدن مزدوروں کی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اب بھی کام کی جگہ پر حفاظتی آلات نہ ہونے کی بنا پر لاکھوں مزدور مر جاتے ہیں۔ لاکھوں کارکن مختلف جگہوں پر کام کی نوعیت کی وجہ سے بیمار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں جبکہ زرعی شعبے سے منسلک محنت کشوں پر تو قوانینِ محنت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ اگر دینِ اسلام پر نظر ڈالیں تو آقائے دوجہاں حضرت محمدؐ نے مزدور کی سلامتی کے تمام تقاضے پورے کیئے۔ اسلام میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا

> ایما گولڈ نے کہا کہ مئی 1886ء کے واقعات کے بعد میرے سیاسی شعور کی پیدائش ہوئی، لوسی پارسن نے کہا کہ دنیا کے غریبوں کو چاہئے کہ اپنی نفرت کو ان طبقوں کی طرف موڑ دیں جو ان کی غربت کے ذمہ دار ہیں یعنی سرمایہ دار طبقہ

پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ اسلامی ملک ہونے کے باوجود پاکستان میں محنت کشوں کے حقوق استحصالی طبقے کے ہاتھوں پامال ہو رہے ہیں۔ پاکستانی محنت کش کمر توڑ مہنگائی، کم اُجرت، پٹرول، بجلی، گیس وغیرہ جیسی روزِ مرہ کی اشیاء کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ، تعلیم و صحت کی ابتر صورتحال وغیرہ کا شکار ہے۔ مزدوری کیلئے اپنے ہی ملک میں کسی جگہ جانے والے مزدوروں کو بھی نہیں بخشا جاتا۔ انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں آمروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے پاکستانیوں کو تقسیم در تقسیم کیا ہوا ہے۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے امیر کو امیر اور غریب کو غریب تر بنا دیا ہے۔ چائلڈ لیبر پر قابو نہیں پایا جا سکا۔ ہمارے ملک کے بچے بچے کو مقروض کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ ملکی معیشت کو مستحکم کرنے والے مزدوروں کو دیگر بنیادی سہولیات تو دور کی بات ہے انہیں تو پینے کا صاف پانی تک نہیں مل سکا۔ ان حالات میں یکم مئی کا دن مزدوروں کیلئے ہوا کے تازہ جھونکے اور مایوسی کے اندھیروں میں سحر کی نوید ہے۔ یکم مئی ایک دن نہیں بلکہ ایک جدوجہد، تحریک اور نظریے کا نام ہے۔

ہم کیوں پیچھے رہیں؟

مدیحہ رضوی نے چپ چاپ دوسری شادی کرلی

حنین کاشف

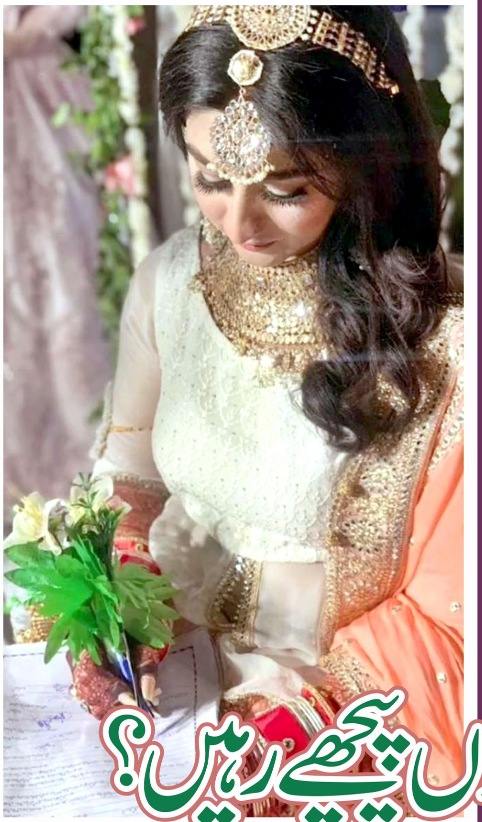

حال ہی میں انکشاف ہوا ہے کہ پاکستانی اداکارہ مدیحہ رضوی بھی کچھ عرصہ قبل دوسری شادی کا تاج اپنے سر پر سجا چکی ہیں تاہم یہ سب کچھ بہت ہی خاموشی سے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اداکارہ مدیحہ رضوی اپنی دوسری شادی کے اعلان کے بعد خبروں کی زینت بنی ہوئی ہیں، اُنہوں نے سوشل میڈیا کے ذریعے اپنی شادی کا اعلان کیا تھا۔ میڈیا رپورٹس میں بتایا جارہا ہے کہ مدیحہ رضوی نے اہلخانہ، قریبی رشتہ داروں اور چند دوستوں کی موجودگی میں 20 اپریل کو جنید علی پرویز نامی شخص سے دوسری شادی کی تھی۔ واضح رہے کہ کراچی سے تعلق رکھنے والے جنید علی پرویز پیشہ ورانہ طور پر انگریزی زبان کے شاعر اور مصنف ہیں۔ انہیں عام طور پر ''جے پی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جنید علی پرویز سوشل میڈیا پر کافی متحرک رہتے ہیں جہاں وہ خوبصورت تصاویر کے ساتھ اپنی تحریریں بھی شیئر کرتے رہتے ہیں، اُنہوں نے گزشتہ دنوں اپنی اور مدیحہ رضوی کی شادی کی خوبصورت ویڈیو بھی اپنے آفیشل انسٹا گرام ہینڈل پر پوسٹ کی تھی جس میں اُنہوں نے اداکارہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی شادی پر اللہ کا شُکر بھی ادا کیا۔ اگر جنید علی پرویز کی چند پُرانی انسٹا گرام پوسٹس کی جانب نظر دوڑائی جائے تو وہ اس جوڑے کی شادی کی تاریخ کی طرف اشارہ دے رہی ہیں، پوسٹس کے مطابق مدیحہ رضوی اور جنید علی پرویز کی شادی دسمبر 2023 میں ہوئی تھی۔ جنید علی پرویز نے دسمبر 2023 میں اپنے انسٹا گرام ہینڈل پر مدیحہ رضوی کے نام جو پوسٹس شیئر کی ہیں اُن میں اُنہوں نے اداکارہ کو اہلیہ کہہ کر پکارا ہے اور اداکارہ کے نام جو شاعری لکھی گئی ہے وہ بھی اسی بات کی طرف اشارہ دے رہی ہے کہ دونوں نے دسمبر 2023 میں ہی شادی کر لی تھی اور اب تک شادی کو خفیہ رکھا تھا۔ واضح رہے کہ مدیحہ رضوی کی پہلی شادی اداکار حسن نعمان سے ہوئی تھی اور نومبر 2022 میں دونوں کے درمیان طلاق ہوگئی تھی، اداکارہ کے ہاں پہلی شادی کے بعد دو بیٹیوں کی پیدائش ہوئی تھیں۔

☆☆☆☆

بابراعظم سے بھول کر بھی شادی نہ کروں

نازش جہانگیر کا مداحوں کو کرارا جواب

پاکستانی شوبز انڈسٹری کی معروف اداکارہ نازش جہانگیر نے قومی کرکٹ کے کپتان بابر اعظم سے متعلق اپنے حالیہ وائرل بیان پر وضاحت پیش کردی۔ گزشتہ کچھ دنوں سے سوشل میڈیا پر نازش جہانگیر اور کپتان بابر اعظم کے مداحوں کے درمیان لفظی جنگ جاری ہے۔ اس جنگ کا آغاز اداکارہ کے انسٹا گرام ہینڈل پر سوال و جواب کے سیشن کے بعد ہوا تھا۔ نازش جہانگیر نے انسٹا گرام پر سوال و جواب کا ایک سیشن رکھا تھا، اس دوران ایک مداح نے اداکارہ سے سوال کیا تھا کہ اگر کپتان بابر اعظم اُنہیں شادی کی پیشکش کریں گے تو اُن کا جواب کیا ہوگا؟ مداح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے نازش جہانگیر نے کہا تھا وہ بابر اعظم کی پیشکش قبول کرنے کے بجائے معذرت کرلیں گی، اداکارہ کا یہ بیان جیسے ہی سوشل میڈیا پر وائرل ہوا تو بابر اعظم کے مداح غصے سے بھڑک اُٹھے تھے۔ اسی دوران نازش جہانگیر کے آفیشل انسٹا گرام ہینڈل کے نام سے ایک اسٹوری وائرل ہوئی جس میں اداکارہ کی جانب سے بابر اعظم کے مداحوں کے لیے کہا گیا تھا کہ جس کو بھی اُن کی بات بُری لگی ہے وہ بابر اعظم کو اپنی بہن کا رشتہ دے دیں اور اُن کی جان چھوڑ دیں۔ اب نازش جہانگیر نے اس وائرل اسٹوری پر وضاحت پیش کرنے کے لیے ایک بار پھر اپنے انسٹاگرام ہینڈل کا رُخ کیا جہاں اُنہوں نے اس بیان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے سب کی ماں بہنیں قابلِ احترام ہیں۔ نازش جہانگیر نے کہا کہ یہ اسکرین شاٹ جعلی ہے، میں نے کسی بھی ٹرولنگ پر ردِعمل نہیں دیا کیونکہ یہ میری پرورش میں نہیں ہے کہ میں اپنے ناقدین کو جواب دوں، اداکارہ نے کہا کہ افسوس کی بات ہے کہ وحشی نما لوگ کیسے اپنا اصلی رنگ دکھاتے ہیں، یہ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ہمارے بابر اعظم کو بھی بدنام کررہے ہیں، مجھے ایسے لوگوں پر ترس آتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹرولنگ، بدنامی، گالیاں، ان میں سے کوئی بھی میرے لیے اہمیت نہیں رکھتی، میں مزید کوئی بکواس نہیں کرنا چاہتی کیونکہ آپ کے اور میرے کیلیبر میں بہت فرق ہے، لہٰذا آگے بڑھیں۔

شاہ رُخ خان بیٹی کی محبت میں پاگل

فلم ''کنگ'' پر 2 ارب کی سرمایہ کاری

بالی ووڈ کے میگا سٹار شاہ رخ خان اپنے نئی فلم ''کنگ'' میں ''ڈان'' جیسا کردار ادا کریں گے جبکہ اس فلم میں ان کی بیٹی سہانا خان بھی جلوہ گر ہوں گی۔ شاہ رخ خان اپنی نئی آنے والی فلم ''کنگ'' میں اپنی بیٹی سہانا خان کے ساتھ نظر آئیں گے، یہ پہلا موقع ہوگا کہ جب میگا اسٹار اپنی بیٹی کے ہمراہ بڑے پردے پر نظر آئیں گے۔ اس فلم میں شاہ رخ خان ''ڈان'' جیسا منفی کردار ادا کریں گے، فلم میں اُن کے اور سہانا خان کے کچھ ایکشن سین بھی ہوں گے جن کے لیے اداکار اپنی بیٹی کے ہمراہ تربیت لے رہے ہیں۔ ایکشن فلم ''کنگ'' کو سدھارتھ آنند شریک پروڈیوس کریں گے جبکہ سوجوئے گھوش اس کی ہدایت کاری کریں گے، فلم کی کریکٹر ڈیزائننگ پہلے ہی ہو چکی ہے جبکہ سدھارتھ آنند اس وقت بین الاقوامی اسٹنٹ ٹیموں کے ساتھ ایکشن بلاکس پر کام کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سوجوئے گھوش ڈائیلاگ ڈرافٹ تیار کر رہے ہیں جبکہ شاہ رخ خان فلم کے تخلیقی عمل کی نگرانی کررہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے قبل یہ خبر سامنے آئی تھی کہ شاہ رخ خان نے اپنی اس نئی ایکشن فلم 'کنگ' میں 2 ارب روپے کی بڑی سرمایہ کاری کی ہے۔ یادرہے کہ شاہ رخ خان کو آخری بار فلم 'ڈنکی' میں بڑے پردے پر دیکھا گیا تھا، اب وہ اپنی بیٹی سہانا خان کے ساتھ 2025ء میں سب سے زیادہ بجٹ والی فلم 'کنگ' میں نظر آئیں گے۔ فلم ''کنگ'' ایک ایکشن فلم کے طور پر بنائی جائے گی جس کو تمام تر توقعات پر پورا اُتارنے کے لیے بھاری بھرکم بجٹ استعمال کیا جائے گا۔ اس فلم سے متعلق دعویٰ کیا جارہا ہے کہ ریڈ چلیز انٹرٹینمنٹ نے ہمیشہ عالمی معیار کی فلمیں تیار کی ہیں اور فلم 'کنگ' بھی گزشتہ فلموں کی سطح کی بنائی جارہی ہے۔ فلم ''کنگ'' کی شوٹنگ رواں سال مئی میں شروع ہوگی اور پانچ ماہ تک جاری رہے گی۔

سونا اتنا مہنگا کیوں؟

قیمت تاریخ کی بلند ترین سطح پر

قدیم تہذیبوں میں بھی یہ امارت کی نشانی سمجھا جاتا

شہریار اشرف

سونا نکالنے کی تاریخ تین ہزار قبل مسیح میں مصر سے شروع ہوئی تھی جبکہ زمین پر سونے کے برابری سے بکھرے ہوئے ذخائر بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ماضی کی تہذیبوں اور معاشروں میں بھی یہ دھات زیر استعمال رہی ہے۔ یہ دھات پہلے پہل اپنی خوبصورتی کی وجہ سے استعمال ہوتی تھی لیکن 700 قبل مسیح سے سونے اور چاندی کا استعمال لین دین میں بھی کیا جانے لگا۔ نایاب لیکن تلاش اور تیار کرنے میں آسان، زنگ سے محفوظ ہونے کی وجہ سے اور لین دین کے ذریعے کے طور پر سونے کا استعمال عام تھا۔ معاشی نظام میں سونے کی مرکزی حیثیت کئی صدیوں سے قائم ہے۔ یہ 50 سال سے بھی کم پرانی بات ہے جب سونے نے عالمی معاشی نظام میں اپنی مرکزی حیثیت کھو دی۔ یہ 1971 کی بات ہے جب امریکی صدر رچرڈ نکسن نے امریکی ڈالر کو سونے میں تبدیل کرنے کی روایت کو ختم کر دیا۔ بانڈز کے مقابلے میں سونے پر سرمایہ کاری کو بھی محفوظ قرار دیا جاتا ہے۔ معاشی بحران بانڈز پر اثر انداز ہوتا ہے جبکہ سونا اس بحران کے دور میں بھی اپنی قدر نہیں کھوتا۔ سرمایہ کار معاشی بحران کے دوران سونے کو 'سیف ہیون' قرار دیتے ہیں۔

علم کیمیا میں سونے کی علامت اے یو ''Au'' ہے۔ اسے لاطینی لفظ ''آورم'' سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ''چمکتی صبح''۔ اس قیمتی دھات سے دور قدیم سے زیورات، سکے، مجسمے اور ظروف بنائے جا رہے ہیں، نیز عمارتوں اور مجسموں کی تزئین کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سونا گلتا نہیں، اس لیے قدیم دور سے یہ لافانیت اور طاقت کی علامت بنا ہوا ہے۔ قلت اور جمالیاتی خوبیوں نے اسے حکمران طبقوں کی طاقت اور مقام کی نمائش کے لیے ایک مثالی شے بنا دیا۔ اسے سب سے پہلے ایشیائے کوچک میں لیڈیا کے پیکٹولس و دیگر دریاؤں کے آس پاس دریافت کیا گیا۔ دو ہزار قبل مسیح میں مصریوں نے کان کنی سے سونا نکالا، اس کے بعد رومیوں نے افریقہ، پرتگال اور سپین میں اسے نکالا۔ اس امر کے شواہد بھی ہیں کہ رومیوں نے کچ دھاتوں کو پگھلا کر ان میں سے سونا نکالا۔ وہ چاندی اور تانبے جیسی دھاتوں سے ملا کر اس کی مضبوطی بڑھاتے اور رنگت بدلتے تھے۔ سونے کو مختلف النوع مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا۔

زیورات

بیشتر قدیم ثقافتوں میں سونا اپنی قدر، جمالیاتی صفات، لچک اور لوچ کے باعث زیورات اور فنون دونوں میں مقبول تھا۔ پانچ ہزار قبل مسیح میں مصری کچ دھات طلا (سونے اور چاندی کا قدرتی مرکب جسے الیکٹرم بھی کہا جاتا ہے) زیورات میں استعمال کرتے تھے۔ تین ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ کی سومیری تہذیب میں مرد و عورت دونوں، سونے کے زیورات پہنتے تھے۔ 2500 قبل مسیح میں پہلی مرتبہ اُرشہر (موجودہ عراق) میں سونے کی زنجیریں بنائی گئیں۔ کریٹ (یونانی جزیرہ) میں جنم لینے والی منوئی تہذیب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ دو ہزار قبل مسیح کے اوائل میں اس نے سونے کی زنجیروں پر مشتمل زیورات بنائے۔ مختلف تکنیکوں کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے کئی طرح کے زیورات بنائے۔ سونے کے زیورات نے گلوبند، کنگن، بالی، انگوٹھی، تاج، جھمکا، کوکا اور بروچ کی صورتیں اختیار کر لیں۔ زیورات بنانے کی تکنیک میں طلا کاری (filigree) شامل تھی جس میں سونے کو تار کی صورت میں ڈھال اور مروڑ کر کئی ڈیزائن بنائے جاتے تھے۔ مصری اس تکنیک سے 2500 قبل مسیح سے واقف تھے۔ اس میں دانہ سازی (Granulation) شامل تھی، جس میں سونے کے بنے دانے بیرونی سطحوں پر لگائے جاتے تھے۔ دیگر تکنیکوں میں کندہ کاری، نقش تراشی، مرصع کاری اور ڈھلائی شامل ہیں۔ جنوبی امریکا کے ملک پیرو میں 1200 قبل مسیح کی چاوین تہذیب میں بھی سونے کے ساتھ انہیں آزمایا جاتا تھا۔ 500 قبل مسیح کے ''ناکا'' سماج میں سونے کی

ڈھلائی کا کام نہایت مہارت سے ہوتا تھا۔ رومی قیمتی و نیم قیمتی پتھروں کو سونے میں پیوست کر کے استعمال کرتے تھے۔ بازنطینی عہد تک یہ رواج جاری رہا۔

کرنسی

سونے کو سکوں کے لیے پہلی بار آٹھویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں ایشیائے کوچک میں استعمال کیا گیا، یہ سکے عموماً کچ دھات طلا (الیکٹرم) سے بنائے جاتے تھے۔ یہ بے ڈول ہوتے تھے اور اکثر مہر ایک رخ پر ہوتی تھی۔

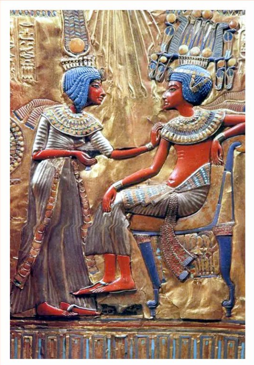

تصویری مہر کے ساتھ خالص سونے کا سکہ پہلی بار لیڈیا کے بادشاہ قارون نے استعمال کیا تھا۔ اس کے دارالحکومت سارڈیز میں اس دور کا سونے کا ایک کارخانہ ملا ہے۔ خالص ترین قدرتی سونے میں بھی پانچ فیصد چاندی کی ملاوٹ ہو سکتی ہے لیکن اہل لیڈیا سونے کو نمک اور 600 سے 800 سینٹی گریڈ گرم بھٹی کے ذریعے خالص بنا لیتے تھے۔ نمک چاندی کے ساتھ مل جاتا اور سلور کلورائیڈ کی تبخیر ہو جاتی، جس سے خالص سونا باقی رہ جاتا اس سے معیاری سکے بنائے جاتے، ایسے سکے جن کی ضمانت دی جا سکتی تھی۔ مائی سینائی تہذیب میں بھی سونے کے سکے عام استعمال کیے جاتے تھے۔ بعدازاں یونانی اور رومی سلطنتوں میں سکے رائج رہے، تاہم چاندی کا استعمال زیادہ کیا جاتا تھا۔ دور قدیم کے سب سے معروف سونے کے سکوں میں سے ایک رومی بزنط تھا۔ اسے سب سے پہلے شہنشاہ قسطنطین کے دور میں

متعارف کرایا گیا۔ اس کا وزن 70 ٹرائے گرینز تقریباً ساڑھے چار گرام) تک ہوتا تھا۔ یہ چوتھی سے بارہویں صدی عیسوی تک کرنسی رہا۔

دیگر استعمالات

ٹھوس سونے کی قدر اور خوبصورتی نے اسے سیاست اور مذہب سے وابستہ چیزوں جیسے تاج، شاہی عصا، علامتی مجسمے اور نذرانہ پیش کرنے کے برتنوں کے لیے خصوصی اہمیت دے دی۔ بعض اوقات سونے کی اشیاء کو مرنے والے کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا تاکہ اس کی حیثیت ظاہر کی جا سکے۔ اس کی سب سے مشہور مثال مائی سینائی میں ملنے والا بادشاہ اجاممنون کا ماسک ہے۔ پیرو کی انکا

تین ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ کی سومیری تہذیب میں مرد و عورت دونوں، سونے کے زیورات پہنتے تھے، 2500 قبل مسیح میں پہلی مرتبہ اُرشہر (موجودہ عراق) میں سونے کی زنجیریں بنائی گئیں

تہذیب میں سونے کو سورج دیوتا انٹی کا پسینہ تصور کیا جاتا تھا اور اسے مذہبی اہمیت کی حامل چیزوں بالخصوص ماسک اور قرص آفتاب (Sun Disk) کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ قدیم کولمبیا میں اپنی تابانی اور سورج سے تعلق کی بناء پر سونے کی تکریم کی جاتی تھی اور تاج پوشی کی پرتعیش تقریب میں نئے بادشاہ کے جسم کو اس کے سفوف سے ڈھانپا جاتا تھا۔ تزئین و آرائش کے لیے

سونے کی پلیٹیں اور اوراق بنائے جاتے تھے (اس مقصد کے لیے سونے کو کوٹ کر اس کی پتلی چادر بنائی جاتی تھی اور انہیں مزارات، مقبروں، تابوتوں، مجسموں، نمائشی ہتھیاروں، شیشے کے برتنوں، زرہ بندوں اور ظروف وغیرہ میں استعمال کیا جاتا تھا، ایسا استعمال قدیم مصر کے دور سے شروع ہو گیا تھا۔ خراب نہ ہونے کی وجہ سے سونا تین ہزار برسوں سے دانتوں کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں (اطالیہ کی) ایٹروریائی تہذیب نے ٹوٹے ہوئے دانت کی جگہ جانور کے دانت لگانے کے لیے سونے کی تار کا استعمال کیا۔ سونے کو دھاگے کی شکل دے کر کپڑا ابھی بنا جاتا تھا۔ سونے کو ادویات میں بھی استعمال کیا گیا، مثال کے طور پر پہلی صدی قبل مسیح میں پلینی (رومی فلسفی اور طبیب) نے زخموں پر سونا لگانے کا مشورہ دیا۔ سونا اتنی قیمتی دھات ہے کہ صدیوں تک اسے کیمیا گری سے بنانے کی کوششیں ہوئیں۔ کیمیا گر پارس سے عام دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کی کاوشیں کرتے رہے، پہلی کوشش چوتھی صدی قبل مسیح چین میں کی گئی، قدیم یونان میں بھی ایسی کوششیں ہوئیں لیکن ناکام رہیں بہرحال ان کے نتیجے میں ہونے والے تجربات نے جدید علم کیمیا کی بنیاد رکھ دی۔

☆☆☆☆